علامہ....... یا........ابوجہل؟

عبدالمجید سالک

سالک مرحوم کے طنزیہ وفکاہیہ کالم "افکار وحوادث" کے غیر سیاسی انتخاب، جلد اوّل، مرتبہ محمد حمزہ فاروقی میں سے........ صفحات: ۱۲۹ تا ۱۳۴

پڑھے لکھے جاہلوں کے طبقے میں آج کل نیاز فتح پوری ایڈیٹر رسالہ "نگار" کا اسم گرامی بے حد ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے جہل کے مختلف اطراف میں اس قدر ہمہ گیری حاصل کی ہے کہ ہندوستان بھر کا کوئی پڑھا لکھا جاہل آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آپ شعر میں جاہل، ادب میں جاہل، مذہب میں جاہل، اخلاق میں جاہل، فلسفہ میں جاہل، سیاسیات میں جاہل، فارسی میں جاہل، عربی میں جاہل، اردو میں جاہل، انگریزی میں جاہل، غرض دنیا کے تمام شعبہ ہائے علم میں اس قدر جاہل اور کلچر سے اس قدر محروم واقع ہوئے ہیں کہ آپ کو بے اختیار "ابوجہل" کہنے کو جی چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ملک آپ سے اس وقت روشناس ہوا تھا، جب آپ نے "شاعر کا انجام" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جن بد قسمتوں کو اس کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا ہے اور جنہوں نے اس کے بعد "نقاد" میں آپ کے بعض مضامین پڑھے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ زبان اردو میں آپ نے بڑی بڑی "جبڑا توڑ" ترکیبوں کی بھرمار کر کے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کی بیک وقت مٹی پلید کی ہے اور ایک ایسا انداز تحریر ایجاد کیا ہے جو معانی کے لحاظ سے تو نہیں البتہ الفاظ کے اعتبار سے "درہ نادرہ" کا فضلہ معلوم ہوتا ہے۔

سنا ہے ایک دفعہ آپ اپنا ایک مضمون کسی پختہ کار اور کہن سال ادیب کو سنا رہے تھے۔ جس نے سارا مضمون انتہائی حیرت واستعجاب سے سننے کے بعد فرمایا، "خوب، خوب، بہت خوب کیا آپ اردو میں بھی لکھا کرتے ہیں؟ نیاز صاحب نے گھبرا کر کہا۔ "حضرت یہ مضمون اردو میں نہ تھا تو اور کس زبان میں تھا؟" ادیب کہن سال نے فرمایا۔ "نہ صاحب، ہماری بھی ستر برس کی عمر ہونے کو آئی ہے، ہم نے تو ایسی اردو نہ آنکھوں سے دیکھی، نہ بزرگوں سے سنی۔ آپ کا مضمون تو غالباً سریانی زبان میں تھا"۔

اخلاق کے اعتبار سے آپ کی یہ کیفیت ہے کہ ہمیشہ شاہد ان بازاری کے حسن وجمال اور رقص وسرود کی تعریفوں میں تر زبان بلکہ "تر قلم" رہتے ہیں۔ آپ کے مضامین کے عنوان ملاحظہ ہوں "ایک رقاصہ سے" "ایک مغنیہ کو دیکھ کر" اور اس کے علاوہ جہاں کسی رنڈی سے ملاقات ہو، اس ملاقات کا حال بہت مزے لے لے کر اپنے رسالے میں شائع کرتے ہیں۔ آپ کے ادب نے ملک کے نوجوانوں پر یہ اثر ڈالا ہے کہ وہ آپ کے مضامین کو کوک شاستر سے زیادہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں۔

اگر کوئی بد نصیب شریف زادی آپ کی ادبی شہرت یا ایڈیٹری سے متاثر ہو کر آپ کو خط لکھ بیٹھے تو آپ جھٹ اسے "نگار" میں چھاپ کر اس پر چند ایسی سطریں لکھ دیتے ہیں جن سے بازاری عورتوں ہی کو

مخاطب کیا جاسکتا ہے۔ شریف زادی تو ان فقروں اور شعروں کو پڑھ کر شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہو گی اور عمر بھر پشیمان رہتی ہو گی کہ ایسے "دل پھینک" بگڑے دل کو کیوں خط لکھ بیٹھی۔

آپ کی ادبی معلومات کی یہ کیفیت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے غالب کی ایک غزل بڑی شان سے شائع کی اور اس پر یہ نوٹ لکھا کہ یہ غزل بالکل غیر مطبوعہ ہے اور مرزا مرحوم کے کسی دیوان میں موجود نہیں۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے

بیا کہ قاعدہ آسمان بگردنیم
قضاد بہ گردش رطل گراں بگردانیم

جس شخص نے کلیات غالب کو ایک دفعہ بھی کھول کر دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ غزل غالب کی مشہور ترین غزلوں میں سے ہے اور کلیات کا کوئی ایسا ایڈیشن آج تک نہیں چھپا جس میں یہ غزل موجود نہ ہو لیکن نیاز صاحب اسے غیر مطبوعہ بنا رہے ہیں۔ گویا اعلان کر رہے ہیں کہ آپ نے غالب کا کلام کبھی دیکھا ہی نہیں۔

آج کل مولانا نیاز فتح پوری نے ادب واخلاق کے علاوہ مذہب پر بھی دست درازی شروع کر رکھی ہے۔ "بازی بازی باریش بابا ہم بازی" وہ ہاتھ جو پہلے ادب و شعر اور اخلاق حسنہ ہی کا دامن تار تار کیا کرتا تھا، اب انبیا کے گریبانوں تک جا پہنچا ہے۔ ہم نے ان کی جاہلانہ تحریروں کو کبھی قابل اعتنا نہیں سمجھا کیونکہ ایک بے خبر انسان کی ہرزہ سرائیوں کو اہمیت دینا محض تضیع اوقات ہے لیکن چونکہ بعض بزرگوں نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کے سدباب کے لئے مدیر "افکار" کو حکم دیا ہے اس لئے انشاء اللہ آئندہ وقتاً فوقتاً "نگار" کے الحادو زندقہ کی دھجیاں بکھیری جایا کریں گی۔ تا کہ وہ بدمذاق اور غلط اندیش نوجوان جو نیازو "نگار" کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں متنبہ ہو جائیں اور ان پر اس ڈھول کا پول واضح ہو جائے۔ (روزنامہ "انقلاب" ۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء)

جس طرح ہندستان میں ہزارہا اشتہاری طبیب موجود ہیں جو طب میں الف کے نام سے بے نہیں جانتے۔ بس ایک نسخہ کہیں سے ہاتھ آگیا ہے اور اسی پر اتراتے پھرتے ہیں۔ جیسے چوہا ہلدی کی گرہ پا کر پنساری بن بیٹھا تھا، اسی طرح اس ملک میں بڑا بڑا نیاز فتح پوری بھی بھرا پڑا ہے، جسے نہ خدا کی حقیقت معلوم ہے نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ ملائکہ کے معنی آتے ہیں، نہ جنت کا مفہوم پیش نظر ہے۔ لیکن رائے ہے کہ کند چھری کی طرح مذہب کے گلے پر پھیری جارہی ہے.........

ہمارے نزدیک یہ تجویز نہایت مناسب ہے لیکن جسم کے ساتھ روح کی حفاظت بھی ضروری ہے اگر قوم کی جسمانی صحت کی خاطر مدعیان علاج امراض کے لئے قانون کا نفاذ ضروری ہے تو انسانوں کی روحانی صحت کے لئے ایک ایسا قانون نافذ ہونا چاہیئے کہ جو شخص علوم دین کا فارغ التحصیل ہو۔ نہ بغیر کسی ثقت

مذہب پر رائے زنی کرتا ہوا پایا جائے اسے فی الفور ہتھ کڑی لگائی جائے اور جیل خانے میں جھونک دیا جائے۔ ہمارے نزدیک ان نیازوں، فتح پوریوں اور نگاروں کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔

واضح رہے کہ مدیر "افکار" نہ "پیش طبیب مُلا ہے" نہ "پیش مُلا طبیب" اور نہ پیش ہر دو ہیچ۔ جب کبھی سر میں درد ہوا حکیم فقیر محمد صاحب قبلہ سے ٹیلی فون پر نسخہ پوچھ لیا اور جب کسی دینی مسئلہ میں وقت پیش آئی مولوی غلام مرشد صاحب کے مکان پر چلے گئے۔ طب اور دین میں ہماری اپنی کوئی رائے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا جسم بھی تندرست رہتا ہے اور روح بھی صحیح رہتی ہے۔

ہمارا جی چاہتا ہے کہ کبھی مولانا نیاز فتح پوری کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہو جائے اور حکومت انہیں کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنے سے منع کر دے۔ جب وہ اعتراض کریں تو یہ جواب دیا جائے کہ جس حالت میں آپ علم دین حاصل نہ کرنے کے باوجود سب سے بڑے عالم اور مجتہد بنے ہوئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ قانون کی تحصیل کیے بغیر آپ سر محمد شفیع اور سر علی امام سے بہتر اپنے مقدمے کی پیروی نہ کر سکیں؟ (روزنامہ "انقلاب" ۲۳ ستمبر ۱۹۳۱ء)

نیاز فتح پوری اور "نگار" کے خلاف سارے اسلامی پریس میں محشر برپا ہو گیا ہے "ہمت" (لکھنؤ) میں مضمون چھپا۔ "الجمعیۃ" (دہلی) میں ایک صاحب نے مقالہ لکھا۔ "زمیندار" میں بھی اس بدنام کنندہ اسلام کی خبر لی گئی اور سب سے بڑھ کر مولانا عبدالماجد دریا بادی نے "سچ" کا ایک پورا پرچا اسی موضوع پر صرف کیا ہے، جس میں نیاز کی ہفوات وخرافات کے اقتباس درج کر کے نہایت ادیبانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ "معارف" میں بھی ایک دو مضمون "نیاز" اور "نگار" کی ہرزہ سرائیوں کے خلاف شائع ہو چکے ہیں۔

اب ضرورت یہ ہے کہ "نگار" کسی مسلمان کے ہاتھ میں نظر نہ آئے اور جہاں کہیں اس کا پرچہ دکھائی دے "بحق اسلام" کسی مسلمان کے ہاتھ میں نظر نہ آئے اور جہاں کہیں اس کا پرچہ دکھائی دے "بحق اسلام" ضبط کر کے جلا دیا جائے بلکہ ہمارے نزدیک بعض وکلا سے مشورہ کر کے چند مسلمان اس رسالے کے مالک اور ایڈیٹر کے خلاف توہین مذہب کا دعویٰ بھی کر دیں تاکہ اس شخص کو جیل خانے میں جا کر قدر عافیت معلوم ہو۔ سچ یہ ہے کہ دنیا بھر میں کسی بڑے سے بڑے ملحد اور زندیق نے خدا، رسول انبیا، جنت، دوزخ، کتب سماوی، مذاہب عالم، سزا و جزا کے متعلق اس قدر ژاژ خائی اور ہرزہ سرائی سے کام نہیں لیا جس کی ذمہ داری نیاز نے اپنے سر لی ہے اور اگر یہ الحاد وفور علم کا نتیجہ ہوتا تو شاید بعض لوگ اسے برداشت بھی کر جاتے لیکن لطف یہ ہے کہ اس شخص کا علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں، محض جہل ہی جہل ہے جس کے یہ کرشمے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان اس "راج پال" سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ (روزنامہ "انقلاب یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء)

نیاز فتح پوری نے توبہ بھی کر لی لیکن خدا کی مرضی، مسلمان اس توبہ کو بھی منظور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ استغفار ریاکارانہ ہے کیونکہ اس استغفار کے ساتھ ہی ساتھ "نگار" میں "ملاحظات" کا کالم لکھ کر نیاز نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے قلب میں ابھی "ایمان" پیدا نہیں ہوا۔ بہر حال توبہ استغفار کے بعد ہم اس

بد نصیب انسان پر بہت زیادہ سختی روا نہیں رکھنا چاہیے۔ دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جو لوگ اس پر ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں، ان سے ہم تو یہی سوال کریں گے۔ کہ بل شققت قلبہ۔

لیکن جو بد بخت اور ملحد انسان نیاز فتح پوری کو جرأت اخلاقی کا سرمایہ دار، آزاد خیال اور وسیع المشرب خیال کرتے تھے، ان سے ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا یہی وہ تمہارا نیاز ہے جو امت مسلمہ کی ایک ہی ڈانٹ سے ڈر گیا اور جھٹ قرآن کی آیتیں پڑھنے لگا؟ تم نے خدا اور رسول کی طاقت اور مذہب کے جلال و جبروت کو دیکھا؟ نیاز تو کوئی چیز ہی نہیں، یہاں بڑے بڑوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں اور ان کی آزاد خیالی ان کے کام نہ آسکی۔

اصل بات یہ ہے کہ نیاز جیسے جاہل آدمی الحاد و زندقہ جیسی بڑی چیز کے متحمل ہو ہی نہیں سکتے۔ الحاد کے لئے بھی بہت قوی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہر شخص آسانی سے پکا مسلمان نہیں ہو سکتا اس طرح پکا ملحد ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام اپنی مثال نہیں رکھتا تو ابوجہل کا کفر بھی بے نظیر ہے۔ ابوجہل کافر تھا، جہنمی تھا لیکن جس چیز پر قائم تھا نہایت استحکام و استواری کے ساتھ قائم تھا۔ اتنے بڑے کفر کو سنبھالنے کے لئے بھی بہت بڑا ظرف چاہیے

پہلے پہل تو نیاز فتح پوری یہ سمجھتے رہے کہ ان کے خلاف چند مولویوں کا یہ شور و غوغا بہت زیادہ نقصان کا باعث نہ ہوگا بلکہ شاید کسی قدر ے فائدے ہی کا موجب ہو جائے کچھ اور نہیں تو شہرت ہی سہی "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"

نواب کلب علی خاں مرحوم حج کو گئے تو حجاز کے محتاجوں کو ہزارہا روپیہ بطور خیرات تقسیم کیا۔ آپ کے جود و سخا کی بہت شہرت ہوئی۔ اس پر ایک رام پوری کو بہت حسد ہوا۔ اس نے شہرت حاصل کرنے کی ایک "کم خرچ بالانشیں" تدبیر سوچی۔ ایک دن زم زم کے پاس کھڑے ہو کر اس میں پیشاب کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، ہر طرف سے تڑا تڑ جوتے پڑنے لگے اور سارے حجاز میں مشہور ہو گیا کہ فلاں شخص کی بے حیائی دیکھو، بد بخت نے زم زم جیسے چشمۂ مقدس میں پیشاب کر دیا۔ رام پوری صاحب اپنی ہمہ گیر شہرت کا آوازہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ نواب صاحب نے شہرت حاصل کرنے کے لئے ہزارہا روپیہ صرف کیا اور ہم مفت ہی میں ان سے زیادہ مشہور ہو گئے۔

نیاز بھی اسی قسم کی شہرت کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ وہ انہیں حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یار لوگوں نے ان کے رسالے کا بائیکاٹ تجویز کیا۔ ہر جگہ "نگار" کے پرچے جلائے جانے لگے اور اس کے ساتھ ہی تجویزیں شائع ہونے لگیں کہ زیر دفعہ ۲۹۵ تعزیرات ہند، نیاز کے خلاف مقدمات کئے جائیں تو آپ نے جی میں کہا کہ یہ تو بری ہوئی۔ پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیہ۔ کہیں الٹے لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ ایک طرف "نگار" بند ہو جائے جو روزی کا ٹھیکرا ہے۔ دوسری طرف جیل جانے کی ذلت اٹھانی پڑے "یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ"

(بقیہ ص ۳۰ پر)